السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ایک شخص اعتراض کرتا ہے کہ نماز فجر کے متعلق مسلم کی ایک حدیث میں لکھا ہے کہ وقت نماز صبح کا فجر کے طلوع ہونے سے آفتاب کے طلوع ہونے تک ہے۔ پس جس وقت سورج طلوع ہو تو تو نماز سے ہٹ جا، کیونکہ وہ درمیان شیطان کے دو سینگوں کے طلوع ہوتا ہے۔'' (اب اس پر حاشیہ لکھا ہے) سورج کا شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہونا ملاحظہ ہو، اب اگر اس حدیث کی بنا پر آریہ، عیسائی اسلام پر ہنسی اڑالیں تو اس کا کیا قصور ہے۔ سورج بالاتفاق زمین سے بہت بڑا ہے تو خیال کیجئے شیطان کے سینگ کتنے بڑے ہوں گے جن کے درمیان خود اتنا بڑا سورج آجاتا ہے اور خود شیطان کتنا بڑا ہوگا، جس کے اتنے بڑے سینگ ہیں، پھر یہ شیطان اہلحدیث کے دلوں میں گھس جاتا ہے اور وسوسے بھی ڈالتا ہے، یہ نہیں بتایا گیا کہ شیطان کے سینگ پر سورج کیوں لادا گیا کیسی معقول حدیث ہے اور پھر شرح کیسی معقول ہوئی کیا یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ اللہ کا رسول جو کہ عقل ودانش ہر بات میں اپنے تمام لوگوں سے افضل ہوتا ہے ایسی لغو اور بے سروپا باتیں کہے ہر گز نہیں قطعاً نا ممکن ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ یہ خرافات کیسی ایسے شخص نے گھڑ کر لگائے ہیں جو کہ عقل کا بودا اور آپ کا پکا دشمن ہے، کوئی یہودی یا عیسائی ہے ایسا قبیح کام کسی مسلمان باایمان کا نہیں ہوسکتا، بیچارے امام مسلم نے بے سوچے سمجھے کسی یہودی یا عیسائی کی حدیث کو جو کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کا پکا دشمن ہے اپنی کتاب میں درج کر دیا، ورنہ پیغمبر علیہ السلام کی شان نہیں جو ایسی باتیں کہے، اس کا مدلل جواب دیجئے؟ (محمد اکرم خان ناظر رسٹرک توپ خانہ محلہ ندہ گراں دہلی

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

انسان کو چاہیے کہ س بات پر اعتراض کرے پہلے اس کا صحیح مطلب سمجھے کیونکہ بے سمجھی سے اعتراض درحقیقت اس بات پر اعتراض نہیں ہوتا بلکہ اپنی عقل کی خفت ہوتی ہے مخالفین قرآن کو جھٹلاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بَل كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ

''یعنی انہوں نے ایسی شئے کو جھٹلا دیا جس کے علم کا احاطہ نہیں کیا۔''

سو جو اس حدیث پر اعتراض کرتا ہے اس کو اس حدیث کا اصل مطلب سمجھ لینا چاہئے ورنہ ویسے تو مخالف قرآن مجید پر بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ قرآن میں ہے:

تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ

''یعنی آفتاب کیچڑ والے چشمے میں غروب ہوتا ہے۔''

تو کیا اس مذاق سے قرآن مجید پر کچھ اثر پڑا؟ ہرگز نہیں کیونکہ آیت کا مطلب وہ نہیں جو مخالف سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذوالقرنین کو ایسا معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ اس کی اور توجیہات بھی ہیں۔ اسی طرح اس حدیث کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ہمارے لحاظ سے آفتاب شیطان کے سینگوں کے درمیان نکلتا ہے، جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَل لَّهُم مِّن دُونِهَا سِتْرًا

''یعنی ذوالقرنین نے آفتاب کو ایک قوم پر نکلتے پایا جن کے لیے آفتاب کے ورے ہم نے کوئی پردہ نہیں کیا۔''

کیا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آفتاب اس قوم پر طلوع کرتا ہے ہم پر طلوع نہیں کرتا ہرگز نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ چونکہ وہ مشرق کی جانب ہماری نسبت سورج کے قریب ہیں، تو ہمارے لحاظ سے آفتاب ان پر نکلتا دکھائی دیتا ہے، اسی لیے فرمایا کہ ذوالقرنین نے ایسا پایا نہ کہ حقیقت میں ایسا تھا۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی بابت فرمایا:

يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ

''یعنی موسیٰ علیہ السلام کو خیال آیا کہ جادوگروں کی سوئیاں رسیاں دوڑتی ہیں۔''

ٹھیک اسی طرح حدیث کا مقصود ہے کہ ہمارے لحاظ سے سورج شیطان کے سینگوں میں نکلتا ہے۔ سینگوں سے مراد (۱) سر ہے، سورج نکلتے وقت اور غروب ہوتے وقت سورج کے پوجنے والے سورج کی پوجا کرتے ہیں تو شیطان اس وقت سورج کی طرف نزدیک ہوتا ہے، تاکہ وہ پوجا درحقیقت اس کی ہو، جیسے وہ پتھر اور درخت جن کی پوجا ہوتی ہے ان میں شیطان قرب کرتا ہے تاکہ اس کو سجدہ ہو، چنانچہ قرآن مجید ہے:

(۱) جیسے معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کو ثابت کرتے ہوئے کہا من یطلع لنا قرنہ کون ہمارے لیے پانا سینگ نکالتا ہے؟ یعنی ہمارے مقابلہ میں سر اٹھاتا ہے۔

اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا

''یعنی یہ لوگ نہیں پکارتے مگر عورتوں کو (جنیوں کو) نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو۔''

چونکہ اس دین میں توحید کامل ہے اس لیے مشابہت شرک سے بھی منع فرما دیا جیسے قبرستان میں نماز پڑھنا منع ہے، گھروں میں تصویریں رکھنا منع ہے، اسی طرح غروب اور طلوع کے وقت نماز منع ہے، تاکہ سورج کے پوجنے والوں سے مشابہت نہ ہو، بس اس حدیث کا صرف اتنا مطلب ہے اس کے علاوہ بعض اور وجوہات بھی ہیں مگر کمی فرصت کی وجہ سے اسی پر اکتفا کی گئی ہے۔ (عبداللہ امرتسری روپڑ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ فتاویٰ روپڑی : جلد اول، صفحہ ۱۷۹)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد09ص 349-352

محدث فتویٰ